

بھگوان مہاوار کے 2600 ویں یوم پیدائیش کی تقریبات کے دوران شائع

پر اکرت بھارتی پشپ : 162

بھگوان مہاوار کا

بنیادی فکر ڈاکٹر جعے کمار جعے

bhagwan mahaavir ka buniyadaai fizkar

ڈاکٹر جے کمار جعے

उर्दू-انجیل :

مُشْتَاقُ الْحَمْدَ رَاكِش
اصل ہندی سے مُترجم

مُترجم

مشتاق احمد راکیش

پر اکرت بھارتی اکادمی، جے پور

ناشر:

ڈی. آر. مہتا
 بانی و سرپرست اعلیٰ
 پرائی کرت بھارتی اکادمی
 13-A میں مالویہ نگر
 جے پور - 302 017
 فون - 0141-2524827
 0141-2524828

©

ڈاکٹر جے کمار جلج
 دوسرا اردو ایڈیشن : 2004
 مشتاق احمد رائیس : اردو ترجمہ
 پچیس روپیہ : قیمت
 خلیل الرحمن، جے پور : کمپیوٹر کمپوزنگ
 راہی گرافیکس، 2637153، 94140-43103 : مطبع
 موبائل 3111048، 2623814 : راج پرنس، جے پور

2004	ڈاکٹر جے کمار جلج	بھگوان مہاویر کابنیادی فکر
------	-------------------	----------------------------

یہہ کتاب

عصر حاضر کی متواتر بڑھتی پیچیدگیوں نے روادری، برداشت اور باہمی ہمدردی جیسی اہم انسانی اقدار کو حاشیہ پر دھکیل دیا ہے۔ لہذا آج پوری دنیا اسکے خطرناک نتائج، پریشان حال زندگی، ماحول کی پرا گندگی اور دہشت گردی کی شکل میں بھگلت رہی ہے۔ بھگوان مہاویر کے مفہومات کی اہمیت و موزونیت اس سے پہلے اتنی زیادہ کبھی محسوس نہیں کی گئی جتنا کہ آج۔ انکے درس و تدریس جتنے اہم پہلے تھے آج بھی اتنے ہی قابل قبول ہیں۔ انکے سیدھے سچے مفہومات کو موہوم عالمانہ فرقا پرستی سے آزاد کر عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو موجودہ مسائل کے حل تلاش نے کے کوشش نہ ہوں۔ مفکرانہ غور و خوض کے بعد لکھی گئی یہہ کتاب مہاویر کے حمہ گیر فکر و بصارت پر ایک سہل اور مؤثر شرح ہے۔

وزیر اعلیٰ مدھیہ پر دلیش کی صدارت میں اٹیٹ کمپنی کے ایک اہم فیصلے کے مطابق یہہ طے کیا گیا کہ مدھیہ پر دلیش میں بھگوان مہاویر کے 2600 دینی یوم پیدائش کے سلسلے میں مجوزہ مختلف پروگراموں کے

دوران نامور ادیب اور مہاویریات کے ماہر ڈاکٹر جلج بھگوان مہاویر پر ایک مختصر کتابچہ تحریر کریں، اور سر کار اسے شائع کرے۔ لہذا، مدھیہ پردیش ساہیہ پریشد، بھوپال نے یہ کتاب "بھگوان مہاویر کا بنیادی فکر" شائع کی اسکا دوسرا ایڈیشن دو ماہ میں ہی شائع کرنا پڑا تیرا اصلاح اور درستی کے بعد 15 اگست 2002 کو جاری کیا گیا اور چوتھا 12 جنوری 2003 کو۔

16 اگست 2003 کو پانچواں، 22 جنوری کو چھٹا اور 6 مارچ 2004 کو اصلاح اور اضافہ شدہ ساتواں ایڈیشن شائع کیا گیا۔ آٹھواں ایڈیشن زیر طباعت ہے۔ اسی دوران چھوٹھے ایڈیشن کا انگریزی ترجمہ اور مچھٹھے کے اردو، مرائھی اور گجراتی تراجم اور انگریزی کا دوسرا ایڈیشن 13 دسمبر 2004 کو زیر اہتمام پر اکرت بھارتی اکادمی جے پور (راجستان) شائع ہوئے۔ کنڈ میں ترجمہ اور ہندی میں آٹھواں ایڈیشن زیر طباعت ہیں۔ اردو کا یہہ دوسرا ایڈیشن پیش نظر ہے۔ عہد مأب وزیر اعلیٰ کی تقریر، جوانہوں نے 25 جنوری 2002 کو بھوپال میں عظیم الشان جشن اجراء کے موقع پر کتاب کو عوام کے

لئے جاری کرتے ہوئے کی تھی، سے اقتباس کو یہاں نقل کرنا مناسب ہی ہو گا : "مجھے یقین ہے کہ جلج جی کی یہہ کتاب بھگوان مہاویر کے پیغام کو عوام تک پہنچانے میں موثر رول ادا کر گی۔" اس حوصلہ افذا تشریع کے بعد کتاب کی اہمیت کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نیں ہے۔ ہم ڈاکٹر جبکے معمون ہیں کہ انہوں نے پراکرت بھارتی اکادمی کو کتاب کے انگریزی اور اردو ایڈیشن منسوب کئے۔

جے پور
مسی 2004

ڈی. آر. مہتا
بانی و سرپرست اعلیٰ
پراکرت بھارتی اکادمی

مصنف

ڈاکٹر جے کمار جلج: 2 اکتوبر 1934 کو یو۔ پی۔ کے شہر لیلت پور میں پیدا ہوئے، الہاباد یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور وہیں مدرس رہے، ریواں، بریلی سیہور میں بھی تدریس کی۔ مددھیہ پر دلیش کے محکمہ اعلیٰ تعلیم کے زیر اہتمام پوسٹ گرینجویٹ کالج رملام میں دس سال تک صدر شعبہ اور بارہ سال تک پرنسپل رہے۔

تصانیف : سورج سی آستھا (شعری مجموعہ-1958)

سنکریت ناییہ شاسترا یک پندر و چار (تحقیق و تنقید 1962) ڈھونی اور دھو نیگرام شاشرتر (لسانیات 1962) اتھاسیک بھاشا و گیان (1972-2001) سنکریت اور ہندی ناٹک رچنا ایوم رنگ کرم (تحقیق و تنقید 2000) (1985-2000) تم کہاں سے آئے (علم الاطفال 1984) وغیرہ اعزازات: ایم۔ پی۔ سرکار کا کامتا پرساد گرو، وشوٹھ اور بھوج اوارڈ اور ہندی ساہتیہ سمیلن پریاگ کا سرسوتی اعزاز۔

پستہ: 30 اندر انگر رملام - 457 001

فون 07412-504208, 200555

اُن سب کے لئے
جو مہاویر کے فکر و بصارت کو
سمحنا چاہتے ہیں۔

شے امادہ یعنی ہر جاندار اور بے جان کی وسعت، آزادی خود کفالت میں کثیرالتع فترت میں مہاویر کا کامل یقین تھا۔ یہہ باور انکے مکمل فکر و بصارت کا جزو ہے، انکے فکر کو سمجھنے اور اسکے مطابق اپنے سلوک کا لائجہ عمل طے کرنے کے لئے دقيق امتیازی علامتوں کو سمجھنے کے لئے بنیادی ضرورت بھلے ہو، لیکن تقسیم کار خوبیوں اور ریشه-ریشه خلاصہ کرنے والی اشد دانشمندانہ مثالوں کے باوجود تفریق و امتیاز کی کثرت انکے فکر کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتی۔

دراصل شے کی سرنشست کے صحیح اور اسکے جہوری زاویہ نظر میں پختہ احساس سے شروع ہوا مہاویر کا صراطِ فکر بہت سہل ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم سہل قدموں سے ہی اس پر چلیں، ثواب (پُون्य) کے خاطر بھی وہ ہمارے اندر ہوش اور کشش کے حامی نہیں ہیں۔ انہیں شہ امادہ کے جذبہ یعنی اسکے نیک و بد فاعلی ہونا نہیں اسکا خالص ہونا مقصود ہے، انکی نظر میں صاف۔ شفاف نتائج پر ہی حصول نجات کا انحصار ہے۔

مہاویر کے فکر و بصارت کے بارے میں واضح خیالات ضرور ہمیشہ سے میرے ذہن میں رہے، لیکن انہیں کسی مکمل ترتیب میں دیکھنا ہمیشہ ہی ملتا ہے تو 2600 ویں جشن پیدائش کے سال کی عالمہ کمیٹی،

اسکے صدر محترم وزیر اعلیٰ اور نائب صدر وزیر تجارت و تکنیکس نے بھگوان مہاویر پر کتاب لکھنے کے لئے اسکے مختصر ہونے کی سخت پابندی نہ لگائی ہوتی تو میں واضح خیالات کے اشتراک اور تفریق و امتیاز کی عمیق تاریکی سے مبڑہ ہو کر مہاویر کو انکے فکر کی کاملانہ حقیقت میں شاید ہی سمجھ پاتا۔ اسلئے اُن سمجھی کا، و کتاب اور پھر اسکے ایک کے بعد ایک ایڈیشن شائع کرنے کے لئے مدد حیہ پر دلیش ساہتیہ پر شد کا جسکا نام اب ساہتیہ اکادمی، مدد حیہ پر دلیش سنکرتی پر شد ہے، ممنوں ہوں۔

بے کمار جلج

ਮئی 2004

مہا ویر کا بنیادی فکر

مہا ویر عیسیٰ سے 599 قبل موسیٰ بہار میں چیتر ماہ کی ۱۳ تاریخ کو نصف شب میں بہار میں ویشالی کے کنڈ گرام میں پیدا ہوئے۔ کنڈ گرام گیاتری کشتريہ کنگی جمہوری حکومت تھی۔ مہا ویر کے والد راجہ سدھار تھے اسکے سربراہ تھے اور انکی والدہ ترھلا المعروف پریہ کارنی، سلطنت جمہوریہ ویشالی کے لچھوی خاندان کے مشہور صدر مملکت چینک کی دختریا بہن تھیں۔ بیٹے کے حمل میں آنے کے وقت سے ہی سلطنت میں ذرا عاتی پیداوار میں گراں قدر اضافہ ہونے لگا۔ اس لئے والد نے بیٹے کا نام وردھمان رکھا بچپن سے ہی ذہین ہونے اور بہت سے بہادری کے کارناموں کی وجہ سے وردھمان کو سمنتی (ذہین) اور مہا ویر کے ناموں سے پکارا جانے لگا۔ ویر اور الی ویر بھی انکے نام تھے۔

مہا ویر کو آزادانہ جمہوری تصور اپنے والد سے وراثت میں ملے تھے۔ انہوں نے خود بھی انہیں کی طرح جمہوری حکومتوں کے کھلے ماحول میں پروارش پائی۔ گن راجیہ کا حاکم گن پر مکھ، گن لکھیا یا راجا کہلاتا تھا۔ یہہ عہدہ اُسے انتخاب سے حاصل ہوتا تھا۔ وہ ایک مقررہ وقت کے لئے ہی منتخب ہوتا تھا۔ گن پر شد کا صدر بھی وہی ہوتا تھا اور پرشد کے احکام کے مطابق ہی حکومت

کرتا تھا۔ پر شد میں معینہ تعداد کا قانون نافذ تھا۔ اور عہد یعنی تجویز کو تین بار بڑھا جاتا تھا۔ پھر اس تجویز کو بحث اور اظہار رائے کے لئے رکھا جاتا تھا۔ اظہار رائے کے لئے دینے والے کو لکڑی کی چھوٹی تختیاں، جنہیں شلا کا کہتے تھے، دی جاتی تھیں۔ گنتی کیلئے انہیں اکٹھا کرنے کا کام شلا کا گراہک کرتا تھا۔ رائے ٹھیہ رکھی جاتی تھی۔ مجلس ادارہ گاہ میں ہوتی تھی۔ کارروائی نوشتہ طور پر محفوظ رکھی جاتی تھی۔ ممبران کو قوانین پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ غیر ضروری گفتگو منوع تھی۔ ممبر کے غیر واجب سلوک کے خلاف احتجاج کی شرط لا گو تھی۔ بہت سی جمہوری سلطنتوں کے میل سے وفاقی حکومت قائم ہوتی تھی۔ وفاقی حکومت میں سبھی ممبران کا حق اور مرتبہ برابر کا ہوتا تھا۔ ایسی خاص دو وفاقی حکومتوں کی وجہ سے وہی سنگھ ایک تا قتور وفاق بنा۔ اسکا دار الحکومت ویشائی بنی ہم عصر اسکا لوپا مانتے تھے۔ مگر یہ جیسی تا قتور راج شاہی بھی اسکے ممبران سے دوستی اور رشتہ داری میں اپنی حفاظت سمجھتی تھی۔

اس طرح سب کی آزادی، برابری، خود مختاری، خاندانی و راشت کی ممانعت۔ تکلم کی آزادی بحث مباحثہ، فیصلہ کرنے کی کارروائی میں شفافی، مانع دخل۔ باہمی علاقائی تعظیم باہمی اتصال کا جذبہ وغیرہ انسانی اقدار کی تمام اچھائیوں کو مہاویر نے صرف گن راجیوں تک محدود رکھا بلکہ وہی سنگھ کے مقابلہ تا وسیع دائیرے میں بھی کار فرماں دیکھا تھا۔ پہلے تیر تھنکر آدم نا تھا۔ رشبھ دیو سے تھیسیں تیر تھنکر پار شونا تھے تک کے فکر کی مسلسل اور انہیں بالیدہ روایت کے علاوہ اچھائیوں کے عہد عقیق کے مناظر نے بھی مہاویر کو فطری طور پر

متاثر کیا ہو گا۔ مہاویر کے نروان قبل عیسیٰ 527 کے کچھ سال بعد تک بھی گن راجیوں کی غیر مغلوبی بنی رہی۔ اپنے باپ بہسار کو قتل کر کے مگدھ کے تحت پر قبده کرنے والے اجات شترو کو، سازشوں کے ذریعہ وحی سنگھ کو کمزور کرنے کا طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ کمزور ہوا وحی سنگھ بھی بعد کی سیدھی جنگلوں میں اجات شترو سے لڑتا رہا۔

مہاویر کی زندگی کے واقعات قطعی غیر مشتبہ ہیں کہیں کوئی اجلست نہیں۔ ان سے متعلق واقعات ثابت کرتے ہیں کہ انکی زندگی فرار نہیں فکرو استقلال پر مبنی پر سکون، بے لوس اور آشیاء کو بلا تعصّب سمجھنے کی مسلسل جہد تھی نہ پالینے کی جذباتی اجلست اور نہ چھوٹ جانے کا افسوس۔ زندگی میں کوئی تصنع کوئی دکھاؤ نہیں۔ ایک میدانی ندی کے پر امن بہاؤ سی زندگی۔

تمیں سال کی عمر میں مہاویر کا سیاس (ترکِ دنیا) لینا کسی وقتی حادثہ کا نتیجہ نہیں۔ طویل غور و خوض کا نتیجہ رہا ہو گا۔ یہہ عمر ایسی نہیں ہوتی کہ کوئی یوں ہی ترکِ دنیا کر دے۔ مہاویر نے طے کیا ہو گا کہ وہ عیش و آرام کی زندگی ترک کر کے کانٹوں بھرے راستہ پر چلینگے۔ انہوں نے احباب کی رضا مندی کا انتظار کیا۔ شوپنگ مبر مسلک کے مطابق وہ شادی شدہ تھے۔ دیگر ماننے ہیں کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ 27 سال کی عمر میں اسکے والدین کا انتقال ہو گیا۔ نسباً اب وہ مبرہ ہو گئے تھے۔ بھائی سے رضا مانگی۔ انہیں پشوپیش میں دیکھ کر مٹھرے رہے۔ آخر کار سکی رضا لیکر گھر سے نکل پڑے۔ ساڑھے بارہ سال مراقبہ میں گزارے اور حق سے روشناس ہوئے۔ 557 عیسیٰ قبل اپریل 26 کو بیساکھ شدی دشمنی کو بھار کے جرم مھک گاؤں کی ریگو لا ندی کے کنارے

اشوک کے پیڑ کے سائے میں یہہ واقعہ سر زد ہوا اسکے بعد انہیں عالم کل کہا جانے لگا۔ بوجہ سفر پائے غور و خوض انکے انکار اور متأنج کی بنیاد پختہ و جاویداں ہو گئیں۔ مہاویر کی ریاضت نے انکے سامنے یہہ حقیقت ظاہر کر دی کہ ماڈہ اشے آسباب یا وجود مقدم ہیں۔ اس لئے وہ چاہے جاندار ہوں یا بے جان ان کے ساتھ عزت سے پیش آنا چاہیے۔ اس حیرت انگیز تجربہ کی اہمیت اسی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ اسے سمجھنے کے لئے سائنس کو قریب ڈھانی ہزار سال اور لگے۔

بیسوی صدی میں آنسٹھائیں کے ذریعہ ہی اسے سمجھا جا سکا، اسے سمجھنے کے لئے علم سیاست کو مزید دو ہزار سال اور لگے۔ فرانسی انتقلاب کے دوران ہی وہ اسے سمجھ پائے۔ پھر بھی آنسٹھائیں نے خاص طور پر ساکت اشیاء کے متعلق اور فرانسی انتقلاب نے انسانی تعلق سے اسے سمجھا۔ مہاویر نے اسکا کلی طور پر بے حس و باحس (جडھ-چتھن) کے تعلق سے اپنے آپ کپروشناس کرایا۔ انہیں صرف انسانی حقوق کی ہی نہیں بلکہ سبھی کے حقوق کی فکر تھی۔

اپنے ماحول۔ پانی۔ جنگل، زمین وغیرہ کو محفوظ رکھنے کی فکر میں آج کی دنیا کو یہہ جان کر تجب خیز خوشی ہو گی کہ مہاویر ان سبھی کو بے جان نہیں جاندار مانتے تھے۔ انکی نظر میں دنیا میں جانداروں کی دو فتمیں ہیں۔ ترس، یا جگنم اور استھاور شنکھ، جھینٹی، بھونزا اور چوپایا، انسان بتدریج دو، تین، چار، اور پانچ نفسی ترس جانور ہیں، یہہ سب احتجاج کر سکتے ہیں۔ خود چل پھر سکتے ہیں۔ اسکے بر عکس جو احتجاج نہیں کر سکتے، خود چل پھر نہیں سکتے، جیسے زمین ہوا، پانی، آگ اور نباتات یہہ استھاور جیو ہیں۔ جن گرنھوں میں

انہیں پر تھوی کا یک، جل کا یک، تج کا یک، وايو کا یک اور بنتی کا یک، ایک نفسی چیو کہا گیا ہے۔ استخوار جیوں کو بھی تکلیف دینا انکو ضائع کرنا ہے۔ انکا غیر ضروری استعمال مہاویر کی نظر میں تشد (ہنسا) ہے۔

اب ہمارے سامنے تجویں نے بھی یہہ منظور کر لیا ہے کہ اس بارے میں مہاویر کی نظر غلط نہیں ہے۔ مہاویر عالم کل ہونے کا یہہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں دنیا کی ہر چیز اور ہر طریقہ کار کی الہیت حاصل ہو گئی تھی۔ یا وہ کار، ٹی.وی. وغیرہ بناسکتے تھے۔ یا کوئی مشین خراب ہو جائے تو اسے درست کر سکتے تھے۔ انکے عالم کل کا یہہ مطلب ہے کہ وہ اسے جان گئے تھے جسے جانے کے بعد پچھہ اور جاننا باقی نہیں رہ جاتا۔ اس علم سے وہ اشیاء کے باہمی سلوک کے دستور کو طے کر سکے جن سے انسانی بالیڈ گی کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسی آگہی سے وہ اینکانت، سیادواد، اہمسا، اپر گیگہ وغیرہ سچائیوں کو دیکھ کر سکے اور اسی سے انسان کے کردار میں برداشت و اوروں کی تقطیم کا جذبہ پیدا کر سکے۔ جنی صورت کی جانکاری کے بعد مہاویر کے لئے آگہی اختتام پزیر ہو گئی۔ جڑوں کی آپاشی کے بعد پھولوں، پھلوں یا شاخوں کی آب پاشی ضروری نہیں رہ جاتی۔ مہاویر اس معنی میں عالم کل ہیں۔ اصلًا وہ بصیر ہو گئے بصیر شخص ہر طرف دیکھ سکتا ہے۔ مہاویر کے لئے سب طرف دیکھنا ممکن ہو گیا۔

عہد جدید میں علم کلی کی کچھ ایسی ہی جھلک مہاتما گاندھی میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ ادبی فقاد نہیں تھے۔ لیکن انہوں نے رام چرت مانس، ساکیت وغیرہ کی نئی جہات سے دنیا کو متعارف کرایا۔ معانی نہیں تھے۔ مایہ اقتصاد نہیں تھے، لیکن علم طب میں اقتصادیت میں مفید زاوے اور قوت باصراء بخشی، فلسفی نہیں تھے۔

لیکن گیتا، پر انکی اپنی شرح ہے۔ ماہر معاشرت نہیں تھے لیکن فلاج نسوں اور ہر بچن نجات کی انہوں نے اپنی نجی تجویز پیش کیں۔ ماہر تعلیم نہیں تھے لیکن مادری زبان، تعلیمی طریق، رسم الخط وغیرہ پر انکے خیالات تعلیمی ماہرین کے لئے چنوتی بن گئے۔ مہاویر کی ہمہ دانائی اس سے بھی زیادہ معقول اور عمیق تھی۔

شکل اشیاء کے مہاویر کے تصور کی انکے تلامذہ نے ناقدانہ تشرح کی اس

تشرح کا جزو ہے کہ

☆ شے کی مختلف صفات ہوتی ہیں۔ مثلاً ذی ہوش شے (جان/روح) میں عقل، (احساس غیر/باہری اشیاء کو جاننے سمجھنے کی قوت) دید، (احساسِ خود)

آرام وغیرہ اور بے حس کے تحت شے (اجزاء ترکیبی) میں صورت، عرق بوجو وغیرہ،

☆ دنیا میں موجود اشیاء کا احتیاج باہمی ہونے کی وجہ سے شے کے لاتعداد پہلو یعنی دھرم ہیں۔ مثلاً ایک شخص والد کے تعلق سے بیٹا ہے تو بیٹے کے تعلق سے وہ

ہی باپ بھی ہے۔ جسے ہم والد کہہ رہے ہیں وہ ہی اپنی بہن کی نظر میں بھائی ہے، کیا ہم کہیں گے کہ بہن کا بھائی کہنا صحیح نہیں ہے۔ مخالف کی نظر کو شے میں جو

دھرم نظر آ رہا ہے وہ بھی اس شے میں ہے۔ اختلاف شے میں نہیں۔ دیکھنے

والوں کی نظر میں ہے۔ ہم یہہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جو ہمیں دکھائی دے رہا ہے وہی صحیح ہے۔ دوسروں کی نظر سے انکار اور اپنی نظر کا اہم۔ شے کی حقیقت کی

نا سمجھی سے ہی ہم میں پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے مہاویر مختلف سوچ اور نظر کے لئے قوت برداشت کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اور نظر سے اختلاف کی وکالت

کرتے ہیں۔ اس تلاش کو اتنا نظریاتی تصور کیا گیا کہ عہدِ مااضی میں مہاویر کے

مکمل فکر اور فلسفہ کو ایکانت واد کے نام سے جانا گیا۔

☆ شے کی تخلیق، خرچ اور استحکام پر مبنی ہے، یعنی اس میں ہر لمحہ کچھ بڑھتا ہے، کچھ کم ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ ہے، جو ساکت رہتا ہے۔ نیا پانی آنے اور پُرانے کے بہکر آگے نکل جانے سے دریا ہر لمحہ تبدیل ہوتا ہے۔ لیکن تبدیلی کے ہر لمحہ میں وہ وہیں کی وہیں بنارہتا ہے۔ گنگا آج بھی گنگا ہی ہے۔

☆ شے آزاد ہے۔ وہ اپنی فطرت کے مثل خود ضرور بدلتی ہے۔ لیکن اسکے حلقوءِ اختیار میں کسی کا دغدغہ نہیں ہو سکتا۔

☆ شے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، بے حس ہو یا باحس، اتنی عظیم ہوتی ہے کہ ہم اسے اسکے لئے وجود میں ایک ساتھ دیکھے ہی نہیں سکتے۔ برف کا تودا پانی کی سطح پر جتنا دکھائی دیتا ہے اس سے کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ اسکا زیادہ حصہ سطح کے نیچے ہوتا ہے۔ دکھائی دینے والی سائز پر منحصر اس سے نکرانے والا جہاز اس سے نکلا کر پاش۔ پاش ہو سکتا ہے۔ یہی حال ہرشے کا ہے۔ وہ برف کے تودے کی طرح ہے۔ ہم سبھی نے سن رکھا ہے کہ کنجت چڑے کی دھونکنی کے سانس سے لوہا خاک ہو جاتا ہے۔

مہاویر کے فکر کے حوالے میں سیاد واد لفظ کا بہت استعمال ہوتا ہے۔ لیکن سیاد شے کی بہیت نہیں ہے۔ وہ ایکانت واد کا اصطلاحی نمود ہے۔ تخلیل کے میدان میں جو ایکانت ہے۔ انکشاف اور تکلم کے میدان میں وہ سیاد واد ہے۔ دراصل شے کو ہم جتنا بھی دیکھیں اور جان پاتے ہیں۔ اسکا بیان اس سے بھی کم کر پاتے ہیں۔

ہماری زبان، ہماری نظر کے توازن میں اور بھی کمزور ہے۔ وہ شے کی بہیت کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کر سکتی۔ اسے نا مکمل مصنوعی شکل میں ہی ظاہر

کرتی ہے۔ استھونا (کھبڑا) لفظ کی تخلیق استھا (کھڑا ہونا) مصدر سے ہے، یعنی جو کھڑا ہو وہ استھونا ہے۔ بہت پہلے زوکت کاریا سک نے دلیل دی تھی کہ اگر کھبڑا کو کھڑا ہونے کی وجہ سے استھونا کہا جاتا ہے تو اسے کھڈے میں دھننا ہونے کی وجہ سے ورشیہ یعنی کھڈے میں دھنہ ہو اور بلیوں کو سنجال نے کی وجہ سے تجھی (بلیوں کو سنجال نے والا) بھی کہا جانا چاہئے۔

انگریزی کے لفظ HORSE کو لیشن کے CURRO لفظ سے پیدا ہوا جانا جاتا ہے۔ اسکا مطلب ہے دوڑنا۔ دوڑنے والا ہونے کی وجہ سے ہی گھوڑے کو HORSE کہا جاتا ہے۔ عہد عصر کے علم ادب کے ماہر مشیل برے آل (مشیل بے آلال) کا کہنا ہے کہ جب HORSE آرام کر رہا ہو، زخمی پڑا ہو، مر گیا ہو تب بھی ہم یہہ جھوٹھ بولنے کو مجبور ہیں کہ وہ دوڑتا ہے۔ پتھلی نے زبان کی استطاعت کی کمزوری واضح کرتے ہوئے دھمی (دھمی) لفظ کی مثال دی ہے۔ وہ کہتے ہیں دھمی کی کئی فسمیں ہیں۔ مند ک، کم جما ہوا، اتر ک، (ملائی والا) نلینک، ناجما ہوا، وغيرہ صرف دھمی کہکر ہم اسکی اصلی شکل کو مکمل طور پر نہیں جان سکتے۔ زبان کی اس کمزوری کو قبول کرنا سیاد واد تک پہنچانا ہے۔

سیات لفظ شاید کے مترافق نہیں ہے، سیات کے معنی شاید ہو تب تو شے کی شکل بیانی میں پچھلی نہیں رہی۔ شاید ایسا ہے شاید ویسا ہے۔ یہہ تو بغل جھا نکنا ہوا۔ سنسکرت کا سیات لفظ آواز کے ارتقاء سے گزرتا ہوا پالی، پرا کرت زبانوں میں سیا (سیا) بن گیا ہے اور زبانوں میں وہ شے کے لیقی قسموں اور پہلوں کے حوالوں میں استعمال ہوا ملتا ہے۔ وہ شے کی لاثراکت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کس شے کی

جلی حکایت کے وقت سیات لفظ کا استعمال یہہ ظاہر کرتا ہے کہ یہہ دین (دھرم) یقیناً ایسا ہے لیکن دیگر حالات میں متعلق شے کی مجوزہ صورت سے الگ اور دھرم بھی ہیں۔ ان دھرموں کے بارے میں یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے کیونکہ لفظ سبھی دھرموں کے بارے میں مشترک طور پر مشتہر نہیں کر سکتے۔ سیات لفظ صرف اس بات کا مظہر ہے کہ کہنے کے بعد بھی بہت کچھ ان کہا رہ گیا ہے۔ شے کے اور بھی دھرم ہیں اور بھی پہلو ہیں۔ لیکن فی الوقت ہماری نظر میں ایک خاص زاویہ ہے جسکی وجہ وہ ہمیں نظر نہیں آرہے اور جب نظر نہیں آرہے ہیں تو انہیں بیان کیسے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ انکا وجود ہی نہیں ہے۔ اس طرح سیاد واد ممکن، غیر ممکن، شک وغیرہ کو ظاہر کرنے کی علامت نہیں۔ پختگی اور صداقت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ مہاویر کا سیاد واد عدم تشدد و منفعت (منافی) ذخیرہ اندوزی (اپاریسٹری) کے تمام سوچ انیکانت کی بنیاد پر کھڑے ہیں۔ سوچ میں جو انیکانت ہے تکمیل میں وہ ہی سیاد واد ہے۔ طرزِ عمل میں عدم تشدد ہے اور نظام معاشرت میں غیر ذخیرہ اندوزی۔ مہاویر انیکانت کے ذریعہ ہی فرد اور معاشرہ کے لئے مساوی، پُر امن (پور امن) اور لادینی زندگی کو تلاشنا چاہتے ہیں۔ انکی یہہ تشویش اور پریشانی صرف انسان کے لئے ہی نہیں سبھی جان و بیجان کے لئے بھی ہیں۔ ایک ایسے زمانے میں جس میں انسان انسان کے درمیان مساوات کی بات کا تصور ممکن نہیں تھا، مہاویر نے سبھی اشیاء کے مساوی طور پر عظیم اور آزاد ہونے کا اعلان کیا۔ انہوں نے اپنے اعلان کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ہر طرح کے وفاقي میں سبھی جماعتوں کے مرد۔ عورتوں کو بلا تفریق مساواتی طور پر قبول کیا۔

ان لاتعداد صفات، فرائض، تخلیق و اصراف، آزاد، خود کفیل اور وسیع
بے حس۔ باہوش اشیاء کے لئے ہمارا سلوک کیا ہو؟ یہہ مہاویر کا بنیادی فکر اور
اُنکے فلسفے کا جزو ہے۔ مہاویر نے شے کو آلهہ کار (نیمیت) اور نسبت کا کردار
دیکھ رہا اس طرزِ عمل کا تعین کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں شے خود اپنی بالید گی یا زوال کی
اصل وجہ ہے، یا معاون اسباب یا اللہ کار ہے۔ حصول خود ساخت ہے۔ باہمی ہے۔
خود کی طاقت ہے۔ آلهہ کار غیر شے ہے۔ باہری ہے۔ غیر اشتراکی طاقت ہے۔
آلهہ کار معاون وجہ ہے۔ اسکے بنا کام نہیں ہوتا۔ لیکن اسکی تنہا جہد سے بھی کام
نہیں ہوتا۔ ہر شے خود اپنا اللہ کار ہے، سبکو اپنے پاؤں پر چلتا ہے۔ کوئی کسی غیر
کے لئے نہیں چل سکتا۔ یعنی ہمارا مدد گار کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، وہ ہمارے لئے
اللہ کار نہیں بن سکتا۔ سوتز کرتا گ (13/14/ سوٹر-کٹانگ) میں مہاویر نے کہا ہے۔
سُورَوْدَعَّيْ پَاسْتِ چَكْهُونِيُّوْ (پاسستی چکھونیو) یعنی طلوع آفتاب ہونے پر
بھی دیکھنا تو آنکھ کو ہی پڑتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہم ایک دوسرے کے اللہ کار نہیں بن سکتے تو
کیا ہم بے زبان ناظر ہیں۔ اگر ایک شے کا دوسری سے کوئی تعلق نہیں ہے تو
یہہ تو سبکا اپنی کچھڑی الگ پکانا ہوا۔ کیا مہاویر اس الگ کچھڑی پکانے کا ہی درس
دیتے ہیں؟ دراصل مہاویر کے فکر کی یہہ جہت نہیں ہے۔ وہ ہماری علمیہ گی
کو قبول کرتے ہوئے بھی دنیا کی اشیاء کے ساتھ ہمارے گھرے تعلق کو بھی
 واضح کرتے ہیں۔ انکا کہنا ہے، دوسروں کے لئے ہم علامت حصول نہیں بن سکتے
لیکن اللہ کار بن سکتے ہیں۔ ہمارا کردار اپنے لئے حصول اور دوسروں کے لئے

الله کار ہے۔ بزرگ مہا ویر عطا یہہ زندگی کا دقيق نظریہ ہی نہیں، جینے کا طرزِ عمل بھی ہے۔

دوسروں کے لئے علامت حصول بننے کی کوشش ایک قسم کا تھدُد ہے آج ہمارے گھروں اداروں، دفتروں میں جو بدامنی اور اختلاف ہے انکی سب سے بڑی وجہ یہی تھدُد ہے۔ خلیل جران اپنی پرفیٹ لفتم میں جیسے مہا ویر کے سوچ کو ہی نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں "نیچے ہم سے ہیں۔ ہمارے لئے نہیں" لیکن کتنے والدین کے ایسے خیالات ہیں۔ بیشتر تو یہی چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ انکے نیچے وہ ہی کریں، وہ ہی بنے جوان سے کرنا اور انہیں بنانا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ انکے بتائے ابناۓ راستہ پر ہی چلتے رہیں۔

دوسروں کے لئے علامت حصول بننے کی کوشش نہ کر کے کیا ہم ان پر احسان کرتے ہیں؟ احسان یا رحم کا سوال ہی نہیں ہے۔ یہہ تو انکا حق ہے جو ہم انکو دیتے ہیں ہم دوسروں پر تھدُد نہیں کرتے تو دوسروں پر یہہ ہمارا رحم نہیں ہے۔ رحم کے یا مہربانی کے جذبہ سے مہا ویر کا سفر شروع ہی نہیں ہوتا۔ یہہ تو دوسروں کا حق ہے کہ ہم انکے حلقةِ اختیار میں داخل نہ ہوں۔ یہہ ہمارا حق ہے کہ وہ ہمارے حلقة میں داخل نہ ہوں۔ یہہ تو باہمی طریق ہے۔ اس میں احسان کیسا۔ اچھا، ہم جو دوسروں کے لئے آلہ کار بننے ہیں وہ تو انکے لئے ہماری مہربانی ہے نا۔ دراصل مہا ویر رحم کے طور پر ہم سے کچھ چاہتے ہی نہیں ہیں۔ چاہنے گے ہی کیوں؟ رحم دکھانے کی ہماری حیثیت پر تو وہ پہلے ہی سوالیہ نشان لگا کچھ ہیں۔ ہم ہوتے ہی کون ہیں؟ وسیع قتوں / اشیاء پر رحم دکھانے

والے اگر ہم چینی کی بالیدگی میں آج الکار ہیں تو کیا پتہ کل چینی ہماری بالیدگی میں الکار بن جائے۔ مہاویر کے رجھات کی بعد کے آچاریوں نے مدوین کی ہے۔ پر سپروپ گر ہو جیوانام (پرنسپر اور ہجہ جیوانا) (تواریخ سوتھ 5/21) یہی خیال جی دو اور جی نے دو جیسے آسان الفاظ میں ڈھل کر صدیوں سے ہماری زیست کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ہر جنگ کے بعد تھکی ماندی انسانی قوم اپنی نکست میں ہی نہیں اپنی فتح میں بھی زخم خور وہ جسم اور ہاتھ میں ٹوٹا ہوا پہیا لئے اسی کی پناہ میں پہنچتے ہیں۔ کاش ہم مستقل طور پر سمجھ لیتے کہ صداقت ہمارے اپنے تعلق سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ مہاویر صرف نجات کے ہی نہیں زندگی کے پیروکار ہیں۔ انکا فکر ہر جاندار کی زندگی کی حفاظت چاہتا ہے۔ اور اگر ہم دوسروں کے لئے آکھ کار نہیں بنے تو یہہ ہمارے نصف کردار کے ساتھ نا انصافی ہو گی۔ ہمارا کردار اپنے لئے حصول اور دوسروں کے لئے آکھ کار کا ہو گا۔ اس لئے دوسروں کے لئے آکھ کار نہ بنکر ہم اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ کبیر نے کہا ہے کہ خود کے صاف۔ شفاف ہونے کے لئے اس پیشہ میں گلنا پڑتا ہے۔

ہم اگر آکھ کار نہیں بنے تو دوسروں کا کیا بگڑتا ہے؟ خاص کچھ نہیں۔ ہم آکھ کار نہیں بیگے تو کوئی اور بیگا۔ ترقی کی سیر ہیوں پر چڑھنے کے لئے عزم کے ساتھ قوتِ حصول کے لئے مددگار وجوہات کو معاف حالات کو اسکی ترقی کے لئے پیش رفت کرنا پڑتی ہے۔ مہاتما گاندھی کہا کرتے تھے کہ بھارت کو آزاد ہونا ہے، میں آکھ کار نہیں ہونگا تو کوئی اور بیگا۔ دراصل آج بھی جب کسی کویتا (کویتا) میں کہا جاتا ہے۔ اندھیرے میں اماجس / تلاشتا ہوا ہاتھ /

اندھیرے میں ہوتے ہوئے بھی اندھیرے میں نہیں ہوتا۔ تو سطح کے اوپر اٹھتی ہوئی قوتِ حصول اور اسکی غیر مشتبہ طاقت اور عظیم امکانات پر ہی ہم اپنا پورا یقین ظاہر کرتے ہیں۔

دوسروں کے لئے ہمیں حصول کا کردار نہ دیکر مہاویر ہمیں اہم سے بچاتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے آئندہ کار کا کردار عطا کروہ ہمیں حرارت کے احساس سے بھی بچائیتے ہیں۔ ایک نظریہ سے ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن دوسرا نظریہ سے ہم دوسروں سے مشترک ہیں۔ ہمارے کمرے کے دروازے دوسروں کے کمروں میں بھی کھلتے ہیں۔ ہم منفرد بھی ہیں اور بھیڑ کے ساتھ بھی ہیں۔ بھیڑ میں رہتے ہوئے بھی ہماری انفرادیت قائم رہتی ہے۔ ہمیں پہچانا بھی جا سکتا ہے۔ اور بھیڑ کی سپاٹا میں بھی ہمارا سفر جاری ہے۔ اجتماعی طور پر رہتے ہوئے بھی اپنی انفرادیت اور خود مختاری کو بنائے ابچائے رکھنے کی یہہ حرمت انگیز کیا گری ہے۔ لیکن پھر بھی مہاویر کے جمہوری اصولوں سے جڑی ہوئی ہے۔ آئندہ کار کا کردار بھی کم لائق ادب نہیں ہے۔ جین مہامنتر نمو کار میں پنج مقدسوں (جینوں) کے تحت اریہ ہنتوں (اریہانتوں) کو سدھوں (سیدھوں) سے پہلے نمن (سلام) کیا جاتا ہے کہ سدھ سمجھی آٹھ کرموں چار مُختل اور چار لا مُختل (روحانی نجات) درویہ موکش (جسمانی نجات) حاصل کر چکے ہیں۔ وہاب بے جسم کی صورت میں نجات نہیں ہیں۔ اور دنیا کے لئے غایبانہ رغبت اور مخفی نصب العین کی حیثیت میں ہی آئندہ کار ہیں۔ اسکے برعکس اریہ ہنتوں کے چار مُختل عمل ہی ذائقے ہوئے ہیں۔ انکی روحانی نجات ہو گئی ہے لیکن ابھی دنیا میں

ہی میں ہیں اسکے باقیہ چار مختل کا زائل ہونا اور انکی جسمانی نجات طے ہے۔ لیکن فی الوقت انکا درجہ سدھوں سے کمتر ہے۔ مگر جانداروں کی فلاح کے لئے بظاہر آکرہ کار ہیں اور دنیا میں بجسم رہتے ہوئے، اپنے آکرہ کار کے کردار کو انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے دنیا کی بقا کے لئے نسبتاً زیادہ محرك، موثر اور ظاہرہ طور پر آکرہ کار کا کردار نباہتے ہوئے۔ اریہتوں کے کمتر درجے کے باوجود سدھوں سے پہلے نمن (سلام) کا دستور قائم کر کے نمو کار منتر نے ہماری عام زندگی کو ایک صحیح اور بامقدور را دکھائی ہے۔

اپنے لئے حصول اور دوسروں کے لئے آکرہ کار کے دو ہرے کردار کے عمل کے لئے پہلی ضرورت تو یہی ہے کہ ہمیں اپنے اس دو ہرے کردار کا مکمل علم ہو۔ اس علم تک بھی ہماری رسائی تبھی ہو سکتی ہے جب ماڈہ اشے کی وسعت اُسکی آزادی، اسکے کثیر المقاصد ہونے کا پورا علم اور تیز احساس ہو چکا ہو۔ یہہ حقیقت کا علم اور اسکا مکمل احساس ہے۔ معیاری زبان میں اسے ہی صحیح علم اور صحیح عقیدت کہا گیا ہے۔

مہاویر کتابی آدمی نہیں ہیں۔ وہ صرف حقیقی علم کو بخشش کے لئے کافی نہیں مانتے۔ انہوں نے فکر، مراقبہ اور ریاضت کے ذریعہ ہی صداقت کو حاصل کیا تھا۔ کتابوں کے ذریعہ نہیں۔ اس لئے انکا فکر خصوصی طور سے زندگی سے مسلک ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ اگر علم مکمل ہے تو وہ زندگی میں حائل ہو گا ہی۔ جیسے پانی اپنے آپ ڈھلان کی طرف چل دیتا ہے۔ عالم کل کو کہیں کچھ پوچھنا نہیں پڑتا۔ وہ خود ثبوت بن جاتا ہے۔ پاک روح خود ثبوت ہوتی ہے۔ اس لئے مہاویر کا دھرم ایک عابد کا دھرم ہے۔ پیرو کا نہیں۔ کامل سادھک

صداقت سے باخبر ہوتا ہے۔ وہ اُنکی تخلیق نہیں کرتا۔ ہم بے عقل اُسکی تخلیق کرتے ہیں۔ کہیے کہ، اسے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں پھر اُسکی حمایت میں بحث کرتے ہیں۔ اس لئے سب اپنے۔ اپنے نام نہاد ج کو لئے پھرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بحث کے لئے لکارتے ہیں۔ کامل عالموں میں بحث کا کوئی مذہبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہاں تجھ ایک ہی ہے۔

مہاویر کے سچے پیرو رام چندر نے جنکی قربت مہاتمہ گاندھی کو حاصل تھی اور اپنے سوچ و تربیت پر جنکا قرض انہوں نے اپنی سوانح عمری ستیہ کے پریوگ (سत्य کے پ्रयोग) میں مانا ہے۔ صحیح کہا ہے کہ وہ کروڑوں عالموں کا ایک ہی بدل ہوتا ہے جبکہ ایک بے علم کے کروڑ بدل ہوتے ہیں۔ اکیلا علم نقاب ہے تو اکیلا کردار بھی نقاب ہے۔ اور نقاب ہمیشہ باعثِ زحمت بنتا ہے۔ انسان کا سب سے بڑا ذکھر ہی یہ ہے کہ وہ ہر وقت ایک نقاب میں رہتا ہے۔ جو وہ ہے نہیں وہ ہی دکھنا چاہتا ہے۔ اسے ہر وقت یہ پریشانی رہتی ہے کہ وہ کہیں اپنی اصلی شکل میں نہ دکھ جائے۔ صحیح اعتماد صحیح علم، صحیح کردار کے بنا نقاب سے نجات ممکن نہیں ہے۔ عیسیٰ قبل پہلی صدی کے آچاریہ امام سودا (آचاریہ علاماسوادی) نے اعتماد، علم اور کردار کو ایک ہی ساتھ ایک ہی صحیح صفت کے تحت اور راہ کو کلمہ واحد میں رکھتے ہوئے انہیں راہ نجات کہا ہے۔ انکا یہ کہنا کہ "سمیک درشن۔ گیان۔ چرتانی موکش مار گر" (ماہر: مارکس ماؤکس، ج्ञान۔ चरित्राणि सम्यक् दर्शन)

ہماری نظر کو ان تینوں کے لا اختلاف پر بنائے رکھتا ہے۔ انہیں ہی رتن تریہ کہا گیا ہے۔

ناکام ا تقسیم شدہ شخصیت کو کلیت اور یکسوئی کی جہت انہیں کے لا اختلاف سے حاصل ہوتی ہے۔

شخصی قوت پر مہاواری کا پنچت بھروسہ ہے۔ اس نے صحیح عقیدت، علم اور صحیح اخلاق والے شخص کو مہاواری کوئی درس نہیں دینا چاہتے۔ انکی نظر میں وہ تو خود ہی انکے برابر ہے۔

مہاواری تقدیر کے قائل نہیں ہے۔ وہ روح سے پرے کسی بھگوان کی قوت میں یقین نہیں کرتے۔ وہ یہہ تو مانتے ہیں کہ شے اپنی انجام کار فطرت کی وجہ سے خود بخود تبدیل ہوتی ہے لیکن طریقے میں وہ دوسروں کے آنکھ کار کے کردار کو اور شے کی خود کی کوششوں کو ناکام نہیں مانتے۔ اپنا حصول خود ہونے کی وجہ سے شے کی لگام خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ قید اور مخلصی خود اسکے اندر ہیں۔ وہ ان میں سے کسی کو بھی چن سکتا ہے۔ اعمال بار آور ہوتے ہیں، لیکن اگر روح بیدار ہے تو وہ بنا پھلدے ہی جھٹر جائے۔

مہاواری نے ادم تھڈد، ایشار وغیرہ کے تصور کو قائل کر دینے والی زمین پر زیادہ وقت کے ساتھ کھڑا کیا۔ وہ یہہ کہکھر چپ نہیں ہوئے کہ ہمیں رحم کرنا چاہئے یہہ بھی سمجھاتے ہیں کہ رحم کیوں کرنا چاہئے۔ وجہ اور ضرورت بتائے بنا وہ آگے نہیں بڑھتے۔ وہ چاہئے ہیں کہ رحم بھی علم سے پیدا ہو۔ لاعلمی سے پیدا ہوئی دیا۔ مخلصی میں کارگر ثابت نہیں ہوتی، دشویکا لک سوتر (دشویکا لک سوتر) میں انکا کہنا ہے۔ پڑھنم نام تجوہ دیا (پدھم نام تجوہ دیا) یعنی پہلے علم پھر رحم۔

حصول علم کے بعد عیسیٰ قبل 527 کارتک بدی اماوس منگور، 15 اکتوبر کو پاؤ اپور میں اپنا نزوان ہونے تک جین دھرم کے چوبیں ویں تیر تھکر بھگوان مہاواری 29 سال 3 ماہ 24 دن لگاتار سافرت کرتے رہے اور عوام کی فلاج کے

الہ کا رہنما ہے۔ اپنے آپ پر تسلیم پائیں اور اپنے حدود جہان پر مکمل قابو پا لیں کی وجہ سے سابق تیر تھنکروں کی طرح انہیں جن اور انکے تکم کو جن و انی اور جن و انی کو اپنی عقیدت اور طریقہ کار عمل بنانے والوں کو وہ کسی بھی جماعت / رنگ / قوم کے ہوں جیسے کہا گیا ہے۔ جس بڑے حلقت میں انکا سفر ہوا اسکی حدود بھلے ہی بدل پچھی ہو، لیکن اسکا اصل نام آج بھی بہار ہے۔ انکی مجلس سموسرن (ساموسرا) کہلاتی تھی۔ اس میں شریک ہونے کی سبھی مزاہب، تبقات کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ چند پرند کو بھی اجازت اور فلاح کے موقع حاصل تھے۔ وہ خود کشتریہ تھے انکے خاص گن دھر اندر بھوتی برھمن تھے۔ انہوں نے خواص کی زبان سنسکرت کو نہیں عوام کی زبان پر اکرت کو اپنایا۔ پر اکرت عہد نو کی زبان ضرور تھی، لیکن سنسکرت، پالی قدیمی زبانوں سے ہی بالیدہ ہوئی تھی۔ اس لئے انہیں بولنے والے بھی اسے بخوبی سمجھ سکتے تھے۔ مہاویر کی مادری زبان ماگدھی پر اکرت تھی، لیکن اپنے اپدیشوں کے لئے انہوں نے اردوہ ماگدھی پر اکرت کو چنا۔ اس سے اردوہ ماگدھی پر اکرت (اجکھی پوروی ہندی یعنی اودھی بکھلی، اور چھتیں گھڑی) کہ ساتھ ہی مشرک میں ماگدھی پر اکرت (جدید بہاری، بنگالی، اسکی اور اڑیا) اور مغرب میں شور سینی پر اکرت (جدید کھڑی بولی، برج، بندیلی، کتو جی اور بانگڑو / ہریانوی) بولنے والے بھی انہیں سمجھ سکتے۔ اس طرح زبان کے معاملے میں بھی مہاویر اپنے جمہوری سوق کی وجہ سے ایک بہت بڑے خطے میں لوگوں سے اور مکالمات قائم کر سکتے۔

شے کی صورت کی صحیح سمجھ کی وجہ سے مہاویر کی نظر اور فکر میں۔ "ہی" نہیں "بھی" داخلی ہے۔ وہ چاہتے ہیں، دوسروں کے لئے حاشیہ چھوڑا جائے۔

دوسروں کے لئے حاشیہ چھوڑنا بزدی نہیں، اونچے درجے کی بہادری ہے۔ ملک کی حفاظت کے لئے مکمل باخبری سے دشمن کا قتل تشدید نہیں ہے۔

تشدد تو تب ہے جب پا گل پن اور تکبر کی وجہ سے کسی کی جان لیتی جائے۔

اما سوداتی نے مہاویر کے تخلیل کو واضح کیا ہے۔ پر متیوگات پرنویہ

(پروینم ہنسا) (ہنسا-پرمات्योपरोपण-پ्राणव्योपरोपण 7/13)

عہد جدید میں مہاتما گاندھی کو مہاویر کی نظر کی ایک دم سہی پکڑ تھی۔ 1947ء میں کشمیر پر پاکستانی قبائلی حملہ ہوا۔ شری نگر کو بھی خطرہ بڑھنے لگا تو مہاراجہ ہری سنگھ نے حکومت کا بھارت میں الحاق کر دیا۔ اپنے ملک کو بچانے کے لئے ہندوستانی فوج کو جلد وہاں پہنچنے کی ضرورت تھی۔ ڈرتھا کہ کہیں گاندھی جی فوج پہنچنے پر اعتراض نہ کریں۔ لیکن تمام شکوک غلط ثابت کرتے ہوئے انہوں نے ہندوستانی فوجوں کو لیجانے والے ہوائی جہازوں کو اہنسا کا ڈوت کہا۔

زندگی کی بقا کے لئے تھوڑی بہت ہنسا تو ہو گی ہی۔ نہانے دھونے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے جیسے کاموں میں جو ہنسا ہوتی ہے، مہاویر اسے شروعاتی ہنسا کہتے ہیں اور اسے غیر واجب نہیں مانتے۔ تو کری، کھتی، صنعت، تجارت اور روزی کمانے میں جو ہنسا ہوتی ہے وہ تجارتی ہنسا ہے۔ مہاویر اسے بھی معیوب نہیں مانتے۔ اپنی عزت، جائداد اور ملک کی حفاظت کرنے میں دہشت اور حملہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں ہونے والی ہنسا مخالف / تردید کار ہنسا ہے۔ آج کی دنیا میں یہہ روزمرہ کی ضرورت بنتی جا رہی ہے۔ مہاویر نے اسکو بھی معیوب نہیں مانا ہے۔ جنگ آمد کرنے مذہبی تعصّب پھیلانے، شکار کرنے مذہبی تقریبات میں بلی (قربانی) چڑھانے، دوسروں کو

غلام بنانے غیر کی زمین غصب کرنے وغیرہ میں جو بہنا ہوتی ہے وہ ارادی بہنا ہوتی ہے۔ مہاویر اسکی سختی سے مخالفت کرتے ہیں۔ یہ انسان کے ضمیر کو پست کرتی ہیں اور گناہ ہے۔ بہنا (تشدد) چاہے جیسی ہو اسکے درجے اور گناہ کرنے والے کا تعین اس میں ملوث شخص کے جذبہ اور کم سے کم، ناگزیر، لازم کی حد کے لحاظ پر ہوتا ہے۔ مادی شکل میں تشدید چاہے واقع نہ ہو لیکن، اگر ذہن میں اسکا خیال آیا ہو تو وہ بھی کارِ عمل ہے۔ گناہ سرزد ہوتا ہے۔ وہ جذبہ کی بہنا ہے۔ مادی طور پر واقع ہونے والا تشدید (بہنا) مادی تشدید ہے۔ جہاں جذبہ اور مادہ دونوں تشدید ہوں وہاں گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔ شروع کی صنعتی اور مخالف تشدید اگر کم سے کم اور ضرورت کی حد بندی کو پار کر کے غیر ضروری کی حد میں داخل ہو جائے تو وہ بھی پاپ سے جوڑتی ہے۔ غیر ضروری کی کشش آسانی سے ختم نہیں ہوتی دلیل دی جاتی ہے کہ ذخیرہ اندازوی تبھی ذخیرہ اندازوی ہے جب اس میں ہماری نیت شامل ہو، لیکن ذخیرہ سازی ہمیں، بد نیتی اذانتی لگاؤ احرام اور لائق سے بچنے ہی نہیں دیتی۔ اسی لئے تو مہاویر نے اسے قطعی چھوڑ دیا تھا۔ پھر لا علی (مورچا) نہ ہوتا بھاونہا کے گناہ کے ارتکاب سے چاہے ہم فوج جائیں، مکتر کی حد کا تجاوز کرنے سے مادی تشدید کے گناہ کے مر تکب تو ہونگے ہی۔ مہاویر کے لئے عدم تشدید (احیانہ) عظیم ترین قدر زندگی ہے وہ عدم تشدید کو دھرم کی نظر سے نہیں بلکہ دھرم کو عدم تشدید کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

جو شے مخالفت اور مقابلہ کرنے لائق نہیں ہے اسکو تشدید کا نشانہ بناتے وقت ہمارا دل جذبہ طیش، عناد، کی گرفت عام طور سے کم رہتا ہے، اس لئے ایسے تشدید میں نسبتاً کم گناہ ہوتا ہے۔ اسکے بر عکس مخالفت اور مقابلہ کرنے لائق

شے آسانی سے ہمارے قابو میں نہیں آتی۔ ہمیں زیازہ جا رہیت سے پیش آنا پڑتا ہے۔ نتیجتاً ہم غصہ، گمان، فریب طبع جیسے طیش آور جذبات کی گرفت میں پہنچ جاتے ہیں اور زیادہ سخت ارتکاب کے شکار ہوتے ہیں۔ پھول، پھل توڑنے یا پیڑ گرانے کے توازن میں جانور یا انسان کا قتل گناہ کبیر ہے۔ دینی وجہ کو مہاویر نے چھ اشیاء میں تقسیم کیا ہے۔ جیو (رُحْم)، پد گل (لامحدود) دھرم، ادھرم، آکاش اور کال (وقت وجود معین ہے)۔ جیو کا وجود بے انہما ہے۔ پد گل لامحدود ہے۔ دھرم، ادھرم اور آکاش یہہ اشیاء ایک۔ ایک ہے۔ کال درویہ (کال-دری) لا تعداد ہیں۔ آتما مستعد ہے اس لئے مہاویر اسے جیو کہتے ہیں۔ دیگر سبھی اشیاء ماڈی ہیں۔ پد گل واضح، محسوس ہے۔ دیگر سبھی اشیاء غیر واضح ہیں۔ روپ، رس، رنگ، بو، لفظ خالی المس ہیں۔ انہیں انس (اندریوں) کے ذریعہ نہیں جان سکتے۔ جیو اور پد گل حرک ہیں۔ باقی چھ اشیاء غیر حرک ہیں۔ دھرم، ادھرم، آکاش، کال بدنرنخ منصب حالت، آغاز اور قلب ماہیت (تبدیلی) میں جڑے ہوئے ہیں۔ جیں کتب (آگموں) میں یہہ موجودہ معنوں میں مستعمل نہیں ہیں۔ روپ، رنگ، اس بو، لفظ اور لمس میں شامل جو کچھ بھی ہمیں نظر آتا ہے وہ سب پد گل ہے۔ جسم بھی پد گل ہے۔ بیدار روح سے اسکا تعلق ختم ہوتے ہی اسکا مادیت اور پد گل فوراً واضح ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مہاویر نے جیو (روح) کو جسم سے الگ اور مختلف ماننے کے اپنے یقین کو عقیدت کے لئے لازم و ملزم مانا ہے۔

بیدار ہونے کی وجہ سے جیو درو (جیو دری) کو ہی سکھ ڈکھ ہوتے ہیں۔ دیگر درویوں میں حصول کا دراک نہیں ہوتا اور نہ سکھ ڈکھ کا احساس۔ اسی لئے

مہاودیر کے فکر و نظر کا مرکز جیو یا روح ہی ہے۔ دیگر اشیاء کا ذکر انہوں نے انکا اختلاف ظاہر کرنے کے لئے ہی کیا ہے۔

آئتا عمل سے ہی ڈوبارہ پیدائش، بیٹت، دوزخ، انسان مترادف۔ جانور مترادف وغیرہ حاصل کرتی ہے۔ لیکن کرم کے جال میں پھنسنا نہ پھنسنا لیکن پھنس جانے کے بعد اسے کاث کر باہر نکلنا آئتا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے کرم کی گتی (حالت) چاہے کسی بھی ہو عمل کے آگے اسکی نہیں چلتی۔ روح اپنی منتظم خود ہے۔ اسکے علاوہ اسکا کوئی منتظم نہیں ہے۔ نام نہاد خالق کائنات اور اسکے رحم و کرم یاذات و پیدائش کے نفع۔ نقصان پر بھی مہاودیر کا یقین نہیں ہے۔ تاہم جب تک آئتا کرم کے جال میں ہے۔ تب تک تو وہ ہی جال اسکا ناظم ہے۔ قید اعمال کو واضح کرنے کے لئے ہی مہاودیر نے روح کو دو جسموں کے محاصرے میں مانا ہے۔

۱۔ جسم کشفی جو ماں کے شکم سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ تاحیات ساتھ رہتا ہے۔ انتقال کے بعد جلا کر یا دفن کر کے ختم کر دیا جاتا ہے۔ جو انسان و ترینچوں (تیرچوں) یعنی چرند، پرند مترادف ہیں انہیں اور ک (ماں کے شکم سے پیدا) اور مقدس و دوزخی مترادفوں میں ایک زندگی میں بھی و کریا کی (فیکر کیا کی) یعنی تبدیلی کی قوت رکھنے کی وجہ سے و کیریا کی (وہ کیا کی) ہے۔

۲۔ غیر مرئی دقيق جسم، جو پیدائش سابقہ کے اعمال کے حساب کا نتیجہ ہے جسے چاروں مناصب (گاتیہوں) چورا سی لا کھ یونیوں (یونیوں) میں آتا اٹھائے پھرتی ہے۔ یہی اسکی اصل قید ہے۔ یہی کر من جسم ہے۔ ہمارے من، تکلم، اخلاق سے یعنی ہمارے اعمال سے پہ گل کا دقيق مادہ (دنیا میں بکھرے لا تعداد اجزاء) روز

بروز مسلسل روح کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ انکی آمد کی وجہ ہمارے اعمال ہیں اس لئے انہیں بھی عمل یا جزو عمل کہنے کا اصول ہے۔ وہ ہمارے کاشایہ (وابستگی) عداوت، غصہ حرص کے ذریعہ مدد پا کر آتما کا احاطہ کرتے ہیں۔ جیسے کریم لگے چہرے پر دھول اور دھویں کی پرت جنم جاتی ہے۔ یا گلی گیند پر دھول چپک جاتی ہے۔ سکسایہ توجیہ کر منیو یو گیان پد گلانا دتے سہ بندہ۔ سکشایہ توجیہ کر منیو یو گیان پد گلانا دتے سہ بندہ۔ (نوع 8/2 سوتھے تواریخ سوتھے 8/2) (کرمणو یوگیان پودگالانا دتے سہ بندہ)

انسان / واعمال کا آتما کی طرف کھنچا چلے آنا عمل کا بہاؤ ہے اور آتما کے ساتھ انکادو دھ۔ پانی کی طرح گھل مل جانا اسکا بندھن ہے۔ اسی بندھن کا مرکب ہی عملی جسم ہے۔

مذکورہ دونوں ہی اجسام جمادات ہیں، جبکہ روح با شعور ہے۔ اپنی نجات اور شفافی کے لئے آتما کو عملی جسم سے نجات پانی ہوتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ عمل پختہ ہوتے ہیں۔ وہ چھل آلوہ ہو کر ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہہ پھوڑے کا پسکر پھوٹ جانا ہے۔ پھوٹ گیا۔ آرام ہو گیا۔ جو عمل ریاضت سے خارج ہو گیا (زاںکل از بد حجم) اسکا زوال ہو گیا اس سے بھی نجات ملی۔ لیکن جو عمل سا کہتو کر شامل شعور ہو گیا ہو وہ پھر سر اٹھا سکتا ہے۔ اسکی نفس کشی سیریابی مانگ سکتی ہے۔ اسے خائف رکھ سکتی ہے۔ عمل کے سرات کا جس طرح ہم استعمال کرتے ہیں۔ جس من سے ہم اسے قبول کرتے ہیں، اس سے نئے عمل کی تشکیل ہو جاتی ہے۔ جو ہمارے جمع شدہ اعمال میں بخواہتی ہیں۔ عمل کا اجر۔ جزا کا عمل یہہ چکر تک چلتا رہتا ہے، جب تک ہم ایسے متوازن مرکز کو حاصل نہیں کر لیں، جہاں نیا پابندی عمل رک جائے اور سابق جمع شدہ اعمال ریاضت یعنی خواہشات پر روک کے ذریعہ ختم ہو جائیں۔ یہہ بتدریج کرم پر قابو رکھنا اور ریاضت کے

زیریعہ تلف کرنا ہے۔ غصہ، مان، دولت، لائق وغیرہ کی گرفت سے بچنے کا فطری اخلاص روح پر کرم کی پکڑ کو کمزور کرتا ہے۔ لیکن اگر ایسی کوئی گائیں۔ اسی کا کوئی جذبہ ہمارے اندر پیدا ہونے لگتا ہے تو عمل کی نئی تخلیق ہوتی ہے۔ غرور نہیں ہونا تھی بات ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ جنہیں اس بات کا غرور ہے کہ انہیں کسی بات کا غرور نہیں ہے۔ اس لئے ثواب کی خواہش کو بھی مہاویر اہمیت نہیں دیتے۔ ثواب کی خواہش رکھنا دنیا کی خواہش کرنا ہے۔ ثواب خوش حالی کی وجہ ہے نجات کی نہیں۔ نجات کے لئے تو ثواب سے بھی اوپر آٹھنا ہو گا۔

ثواب سونے کا سہی پر ہے تو زنجیر ہی۔ اسے گلے لگانے پر وہ باندھے گی ہی۔ روح میں کنارہ کشی اور حرص و ہوس پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن حرص ہوس پر مبنی ہے۔ انہیں روح سے علیحدگی کی۔ باہر کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن ماڈہ ہی انہیں ہوا دیتا ہے۔ انکی نظماتِ موٹ سے ہوتی ہے اسکے بر عکس الحیدگی خود کفیل ہوتی ہے۔ اسے روح سے علیحدگی کی ضرورت نہیں۔ اسکی جڑ کہیں باہر نہیں ہوتی۔ اس لئے نجات چاہنے والے کوتارک حرص و ہوس ہونا پڑتا ہے۔ علم، عقیدت، کردار سکھ وغیرہ صفات کا خزانہ، روح اشیاء سے ہی اپنی اصل چک حاصل کرتی ہے۔ جیسے آئینے سے گرد صاف کردی گئی ہو۔ یہہ روح کایا شے کا ہی فطرت میں لوٹا ہے۔ شے کی فطرت ہی اسکا دھرم ہے۔ یہہ نج گھر واپسی ہے۔ جس کے لئے اس میں ٹرپ ہوتی ہے۔ عہدو سلطے کے ہندی جین شاعر دولت رام کہتے ہیں۔ ہم تو کہیوں نہ نج گھر آئے اپر گھر پھرت بہت دن بیتے نام ایک دھرائے۔ عمل کا ہی جسم سے آزاد ہو کر اپنی فطرت میں اپنی پا کیز گی

میں لوٹی روح پر مہا ویر کا پختہ یقین آج بھی ہمارے فکر کی رگوں میں بہر رہا ہے۔ غیاب روح کا موازنہ کسی بھی وسیلہ سے نہیں کیا جاسکتا۔ زمین پر از میں کے اوپر زمین کے نیچے یہہ سب سے قوی وسیلہ ہے (ڈاکڑا۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام سے اقتباس)۔

روح کی قوت کا احساس اور جسم سے اسکی عیحدگی کا علم آسانی سے نہیں ہوتا۔ اسکے لئے جیو (آتما) اجیو (شے) آسرو (آسٹر) / بندھ، پاپ، پنیہ سنور (گنگہ) نزرا (سچت کر موس کا خاتمہ) موش عناصر کو ذہن نشیں کر اور دیو (اری ہفت، سدھ) شاستر، گرو (آچاریہ، اپادھیائے۔ سادھو) کا ذریعہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ جسم پر مرکوز نظر آگے کاسفر کیسے کریں گے۔ جسم تو ایک دنیا کے لئے ملتا ہے۔ جبکہ روح کو لاتعداد دنیاوں کے شیب و فراز سے گزرنا پڑتا ہے۔ خود مہا ویر کی روح بھی کئی جنموں سے گزر کر ہی مہا ویر بنی تھی۔

مہا ویر کا یقین ایکا تم واڈیں ہے۔ روح لا تعداد اور آزاد ہے۔ وہ کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہے۔ روح جینی کی ہو یا ہاتھی کی، برابر ہوتی ہے۔ جس طرح روشنی اپنے محیط میں گھٹی بڑھتی رہتی ہے۔ اسی طرح روح جسم میں ملی ہوئی رہتی ہے۔ اس لئے روحوں میں فرق مقدار کا ہوتا ہے۔ ثبوت (تو) کا نہیں روح کا جسم سے میل ہی زندگی ہے۔ لیکن یہی میل روح کا عمل کاری کو جاری رکھنے کا ثبوت بھی ہے۔ عمل کاری سے آزاد روح جینے مرنے سے آزاد ہو جاتی ہے۔ وہ صرف، قوت اور شعور کا مکمل فروع ہوتا ہے۔ لا جسمانیت کی شکل میں رہتی ہے کسی میں ضم نہیں ہوتی۔ یہہ اسکی نجات ہے یہی نرداں ہے۔

نفسانی خواہشات سے پیدا کامل جسم سے نجات کے مقصد کی جانب روح کی ترقی کو جین شاستروں نے 14 گن استھانوں (یوں آخری ॥ گن استھان ہی اسکے عہد بالیہ گی کے اقدام ہیں، پہلے 3 وقت انحطاط (انوکھا سکال) اور 3 (اویکا سکال) کے ہیں۔ 2 نفس اور ذہن کی مدد سے پیدا ممی (عقل) اور شرست (شندیدہ) اور 3 ظاہرہ علموں جملئی روح سے پیدا۔ اودھی (میعاد) ذہن اور کیوں (متاز) کی وصولی اور شراو ک کے حوالے میں ॥ امور توں کے ذریعہ سے سمجھایا ہے۔ تدریجی شمار کو آخر تفریق و اختلاف کی گنتی کے ذریعہ ہی سمجھایا جائیگا۔ لیکن ترقی کی طرف گام زدن آتمامیل کے پھرروں کے شمار میں نہیں بھجو۔ یہہ ایک ایسا سفر ہے جس میں مقصد حاصل ہونے سے پہلے والپی کا خطرہ ہمیشہ رہتا ہے۔ ہم اس مقام پر بھی پچھے جاسکتے ہیں جس سے کسی سابق جنم میں سفر پر نکلے ہوں گے۔

مہادیر کے سابق جنموں کو قدیمی صحفوں نے بہت تفصیل سے پیش کیا ہے۔ انکی واقعات سے خالی زندگی کے مقابلے میں انکی سابقہ زندگی بیحد واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جین و انکیہ کے چار انویوں گوں میں سے چوت اور پران کے پہلے انویوں گ میں دئے گئے مہادیر کی سابقہ زندگی کے حالات یہہ اشارہ کرتے ہیں کہ ریاضت اور علیحدگی کسی کو بھی مہادیر بنا سکتی ہے۔ سابقہ زندگی میں شیر کی شل میں پیدا ہوئی آتما مہادیر ازم کو حاصل کر سکتی ہے۔ اور سبھی کے لئے نجات کا آنکھ کار بکر جنم مرن کے چہرے سے چھکارا پاسکتی ہے، وہ دینا کی عیقیق ظلمت میں بھی روشنی کا وجود بنی رہ سکتی ہے۔

کوئی بھی دنیاداری کی قید سے آزاد ہونے کے لئے مکمل عقیدت، علم، حصول کردار اور آنکھ کار کا رول ٹھیک طریقہ سے ادا کرے تو مہادیر کا راستہ مشکل ضرور ہے لیکن استھان کے ساتھ چلنے تو بہت آسان ہے۔

مہا ویر کا فکر، ایک مکمل تفکیل ہے، جس میں ماہرانہ انداز سے ایک کے بعد ایک اینٹ رکھی گئی ہے۔ ہم کہیں سے بھی ایک اینٹ علیحدہ نہیں کر سکتے نہ ہی کوئی اور اینٹ جوڑ سکتے ہیں۔ اپدیشوں میں سے کسی ایک اپدیش کو ہی سب کچھ مان لینا نکنے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ شے کی صحیح پہچان سے پیدا ہوا مہا ویر کا اصل کثیر الصفت اینکانت فکر کا ہم اپنی اکطرفہ نظر سے احاطہ نہیں کر سکتے۔

ہر ایک عہد اپنی سہولت کے مطابق مفید زندگی کی تجھیل کر لیتا ہے۔ اسی سے سہل اور صاف ستری زندگی نظر انداز ہونے لگتی ہے۔ کوئا سلسلہ اچھے سلسلے کو چلن سے ہٹاتا ہی ہے۔ مہا ویر ہمیں تعصّب اور بد عنوانی سے بچانا چاہتے ہیں اس لئے ان پر اعتماد ہر عہد میں قابل قبول ہے۔ جیسے جیسے سامنے نظر بالید ہو گی وہ مذید سمجھ میں آتی جائیگی۔

مہا ویر ہر قسم کی تفریق، دلخواہے اور کرم کا نہ کے خلاف ہیں اُنکی کوشش ہے کہ انسان ضروری اور غیر ضروری میں فرق کرنا سمجھے، لیکن آج پوری دنیا غیر ضروری کے جال میں پھنسی ہوئی ہے، کبھی ضرورت کو ایجاد کی مان مانا جاتا تھا۔ آج حالت بر عکس ہے۔ ایجاد پہلے ہوتی ہے۔ پھر بازاریت اشاعت و اشتہار کے زرعیہ اسکی ضرورت پیدا کرتی ہے۔ پچھے کی بالیدگی کے لئے مان کے دودھ سے زیادہ بوتل کے دودھ کے لئے قائل کر دینے والا کمال اسی کارروائی کے تحت ہوا تھا۔ بڑھی ہوئی خواہشات اور ضرورتیں ہمیں جیسے نہیں لینے دیتیں۔

شان و شوکت کے سوالوں نے ہمیں مجبور کر رکھا ہے۔ ہم رنگ و نصل جماعت اور نیوآمریت (نیو امریکنیتی) کے شکار ہو رہے ہیں۔ باہمی احترام و ادب تو دور ہم

ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ تقدیر پر ایمان، ہار، پھول، خیر مقدم کے گیٹ، پیشین گوئی۔ دعائیں، غلامی اور دکھاوے کا ایک نیا کرم کا نئڈ دنیا پر حاوی ہو رہا ہے۔ جھوٹھ اور فریب ہمارا شیوا بن گیا ہے۔ تشدُّد صرف بدی ہوئی صورتوں میں نہیں غیر مرئی صورتوں میں بھی ہر جگہ موجود ہے۔ جن ہاتھوں میں آئندہ کار کا ذریعہ ہے وہ ایسا ماحول بنانے میں کامیاب ہو ہے ہیں کہ عام آدمی خود کو حصول طاقت سے بھی محروم محسوس کرنے لگا ہے۔ اپنی اہمیت قائم کرنے میں لگے لوگ دوسروں میں خود اعتمادی پیدا ہی نہیں ہونے دیتے۔ ائمی کوشش رہتی ہے کہ دوسرے لوگ اپنے آپ کو پناہ گزیں اور ناکارہ سمجھے اور مہاواری کے نکتہ کو کبھی ذہن ہی میں نہ لائیں کہ ہر انسان اہرشے خود اپنی قسمت لکھتا ہے۔ دوسری طرف الہ کار کے لئے احسان مندی کو بیکار چیز مانا جانے لگا ہے۔ جہاں دنیا کے تمام اریہ ہستنوں، آچاریوں، اپادھیاکیوں اور سادھوں کو آداب و تسلیم کرنے والی ذمداری اور اکٹشاٹ قابل قبول مہا منتر بن گئی ہے۔ غصہ، حرص، جھوٹھ کو ہی نہیں احسان فراموشی کو بھی انسانی خوبیوں کی ہلاکت مانا گیا (استخانا نگ سوتر 4/4) وہیں عصر حاضر کی ہوشیاری یہ ہے کہ جس سڑھی کے ذریعہ اور پہنچو سب سے پہلے اسے گرانے کی ترکیب کرو۔ آئندہ کار کا نام تک مت لو، ورنہ ہماری کامیابی کا صلاح سے بھی مل جائیگا۔

انسان اور زمین کو بچائے رکھنے کے لئے ان چنوتی کا خاموشی کے ساتھ مستقل طور پر مقابلہ مہاواری کو یاد رکھ کر ہی ممکن ہے۔

آج جب ہم مہاویر کی چھپیں سو دین جنتی منار ہے ہیں، کیا اُنکے وچاروں اور عمل کی طرف لوٹنے کا عہد کریں گے؟ ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ غلط جہت میں ہزار دو ہزار میل تک پلے جانے کے بعد بھی صحیح جہت پکڑنے کے لئے ہمیں پھر ہزار دو ہزار میل چلانا ہے۔ صرف لوٹنا بھر ہے۔ ہم پلتے نہیں کہ صحیح جہت میں ہونگے۔ اس لئے کرم کا بندھن کتنا ہی کھٹھن وہ مصیبتیں اور رُ کا ویں کتنی ہی مشکل ہو بھگوان مہاویر کی راہ پر چلنے کی، انہیں کی طرح ملکت ہونے کی کوشش مسلسل کی جانی چاہئے۔

باہری دشائیں ہیں۔ شبد گھٹے جاتے ہیں۔
 کون ہوا چلتی ہے۔ سب لٹے جاتے ہیں۔
 گھٹلی اس ہتھیلی پر ایک رتن اور
 روشنی آگانے کا ایک جتن اور
 ابھی ایک جتن اور
 مصطفیٰ کے ایک گیت سے



فروخت کی شرائط

* شب پہنچی قیمت ادائیگی پر یا بُنک کے ذریعہ بھیجی جاتی ہیں۔
 * کم مقدار میں وی.پی.لی. سے بھی بھیجی جا سکتی ہیں۔

پیگ کرایہ اور ڈاک خرچ علاوہ	*
روپیہ کی خرید پر 25%	ڈسکاؤنٹ 101 ۲ 500
روپیہ کی خرید پر 30%	501 ۲ 800
روپیہ کی خرید پر 35%	801 ۲ 1000

پاکرت بھارتی اکادمی، اے-13، مین مالویہ گنگر، جے پور 302017

فون نمبر 27 0141-2524827

0141-2524828

ای. میل <prakrit@datainfosys.net>

مندرجہ ذیل پتوں سے بھی یہ کتاب حاصل کی جا سکتی ہے۔

۱۔ سرسوتی پنک بہنڈار، ہاتھی خانہ، رتن پول، احمد آباد 380 001

۲۔ مسکین بک ڈپو، موتی ڈو گنگری روڈ، جے پور۔